Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

Women in Hajra Masroor’s Short Stories: Freedom, Identity and Empowerment

ہاجرہ مسرور کے افسانوں میں عورت: آزادی، شناخت اور خود مختاری

Dr. Sidra Tahir[1], Dr. Zafar Ahmed[2]
[1]Assistant Professor (Visiting), International Islamic University, Islamabad, [2]Assistant Professor, Department of Urdu, NUML, Islamabad
Corresponding Email: zahmed@numl.edu.pk

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y category.

Received: 22-06-2025
Accepted: 01-08-2025
Online: 29-08-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2025 by the author(s).

Abstract

This research article examines the portrayal of women in Hajra Masroor's short stories, emphasizing themes of freedom, identity, and empowerment. Hajra Masroor intricately explores the complexities of women's lives, highlighting their joys, sorrows, love, hardships, and psychological struggles, including sexual issues. Her unique narrative style brings these themes to life, offering a rich exploration of society’s cherished relationships while illuminating their fragility. Women often serve as central characters, with their vulnerabilities reflecting a deep personal connection to the author. However, this vulnerability is not portrayed as weakness; rather, it emerges as a creative expression of life's harshness and cruelty. Through her narratives, Hajra Masroor showcases the multifaceted nature of women, illustrating their strength, resilience, and diverse societal roles. By analyzing key stories, this article sheds light on how Hajra Masroor challenges traditional gender roles and advocates for women's empowerment. Ultimately, it highlights the significance of her work in understanding the evolving notions of freedom and identity for women, showcasing their struggles and their capacity to overcome life's challenges in contemporary society.

Keywords:
Freedom, Identity, Empowerment, Complexities, Psychological, Societal

اردو افسانہ ایک صدی سے زائد کا سفر طے کر چکا ہے، اور اس عرصے میں اس صنف نے اردو ادب کی روایت میں نہ صرف خود کو ایک مضبوط اور مؤثر ادبی صنف کے طور پر منوایا بلکہ اس کے دامن میں عصری مسائل، انسانی کرب، سیاسی و سماجی تضادات، نفسیاتی الجھنوں اور طبقاتی کشمکش جیسے موضوعات بھی نہایت خوبی سے سمٹ آئے ہیں۔ زیر تحقیق موضوع کے تحت بات کی جائے تو طبقۂ نسواں کے مسائل کو

بھی اس صنف نے بھرپور انداز میں اجاگر کیا ہے۔ان مسائل کو منفرد اور غیر روایتی انداز میں بیان کرنے میں جہاں مرد افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا ثبوت دیا، وہیں خواتین افسانہ نگاروں کی خدمات بھی کسی طور کم اہم نہیں۔ خصوصاً بیسویں صدی کے نصف آخر سے خواتین افسانہ نگاروں نے افسانوی روایت کو ایک نیا تنقیدی اور نسائی شعور عطا کیا۔خواتین افسانہ نگاروں میں عصمت چغتائی، خدیجہ مستور، رشید جہاں، خالدہ حسین، جیلانی بانو، واجدہ تبسم، فرخندہ لودھی، قرۃ العین حیدر، بانو قدسیہ، نیلوفر اقبال، پروین عاطف، نیلم احمد بشیر کے ساتھ ساتھ ہاجرہ مسرور کے نام قابل ذکر ہیں۔ معاصر خواتین افسانہ نگاروں کے نام بھی اس ذیل میں شامل ہیں جن میں الطاف فاطمہ، سلمیٰ اعوان، زاہدہ حنا، طاہرہ اقبال کے نام نمایاں مقام کے حامل ہیں۔

ہاجرہ مسرور کا افسانوی کینوس عورت کی شناخت، خود مختاری، اور سماجی حیثیت کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لاتا ہے جو اردو ادب میں نسائی شعور کے فروغ کی ایک اہم کڑی ہے۔ ہاجرہ مسرور کے افسانوں میں بالعموم مرکزی کردار عورت کا ہی ہے۔اس کی ذات، اس کی جذباتی کیفیات، محرومیاں، امیدیں، نفسیاتی پیچیدگیاں، اور معاشرتی رویوں سے پیدا ہونے والے مسائل ہیں، جنہیں مصنفہ نے نہایت فنکارانہ اور جاندار اسلوب میں پیش کیا ہے۔ان کے افسانے نہ صرف عورت کی داخلی دنیا کو اجاگر کرتے ہیں بلکہ معاشرے میں موجود ان رویوں کو بھی بے نقاب کرتے ہیں جو عورت کو کمزور اور مرد کا محتاج سمجھتے ہیں۔ان کے افسانوی کرداروں میں عورت کے مختلف روپ اجاگر ہوتے ہیں۔ مثلاً محبت کرنے والی، قربانی دینے والی، مزاحمت کرنے والی اور معاشرتی جبر سہنے والی، جو مجموعی طور پر عورت کو مکمل اکائی کی صورت میں نظر آتی ہے۔

ہاجرہ مسرور کے افسانوں کا مطالعہ عورت کے وجود سے وابستہ ان تلخ حقائق کو اجاگر کرتا ہے جو سماجی منافقت اور صنفی ناانصافی کی علامت ہیں۔افسانہ "شرف کا ٹیچ" اس سلسلے کی ایک اہم مثال ہے، جس میں عورت کی تولیدی صلاحیت کو اس کی مکمل شناخت بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ کہانی کی مرکزی کردار "خاتون بی" ایک حساس مسئلے کا شکار ہے۔اس کی شادی اس کے چچازاد سے ہونے والی تھی جو اس سے محبت بھی کرتا ہے، مگر جب معلوم ہوتا ہے کہ وہ آئندہ ماں نہیں بن سکتی، تو محض اس وجہ سے اس کا رشتہ ختم کر دیا جاتا ہے۔[1] ہاجرہ مسرور اس کہانی کے ذریعے ان سماجی رویوں پر تنقید کرتی ہیں جو عورت کو صرف تولیدی مشین کے طور پر دیکھتے ہیں۔افسانے کا یہ حصہ نہ صرف ایک عورت کی ذاتی کہانی بیان کرتا ہے بلکہ سماجی ساخت میں عورت کی حیثیت کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے اور اس کی حیثیت پر گہرا سوال اٹھاتا ہے، جہاں اس کی ذات کا تقدس اس کے ماں بننے کی صلاحیت سے مشروط کر دیا جاتا ہے۔یہ Biological Determinism کی واضح مثال ہے۔ہاجرہ مسرور نے عورت کی کمزوری کو محض مظلومیت کی علامت کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ اسے جبرِ حیات اور معاشرتی سنگدلی کے ایک تخلیقی اظہار کے طور پر پیش کیا ہے۔خاتون بی کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کو یاد کر کے وہ عورت، جو اپنے شوہر کے ساتھ پہاڑ کی

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

چڑھائی چڑھ رہی تھی، ایک دم اپنی دو معصوم بیٹیوں کے خیال سے لرز اٹھتی ہے۔افسانے کا اختتامی یہ منظر اس خوف، غیر یقینی اور عدم تحفظ کی علامت ہے جو ہر ماں کے دل میں اپنی بیٹیوں کے مستقبل کے حوالے سے موجود ہوتا ہے، خاص طور پر ایسے معاشرے میں جہاں عورت کی عزت اور اس کا وقار مستقل خطرے میں رہتا ہے۔ان کے افسانوی کینوس میں عورت معاشرتی بندشوں، صنفی تفریق، اور مردانہ بالادستی کی گرفت میں مکمل طور پر بے بس اور لاچار نظر آتی ہے۔ وہ ایک ایسی مٹی کی گڑیا ہے جسے سماج یا مرد اپنی مرضی کے مطابق ڈھالتے ہیں۔ ممتا سے محرومی کی صورت میں عورت کو صرف احساسِ کمتری نہیں بلکہ سماج کی مکمل بے رحمی اور ناانصافی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس افسانے میں ہاجرہ مسرور نے اس ظلم کے خلاف ایک واضح اور باہمت بیانیہ فراہم کیا ہے۔

افسانہ "ایک کہانی بڑی پرانی " ہاجرہ مسرور کے ایسے ہی بیانیے کی نمایاں مثال ہے، جس میں مصنفہ نے عورت کے ساتھ ہونے والی سماجی ناانصافیوں کو حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیا ہے۔کہانی کا مرکزی خیال یہ ہے کہ ایک عورت اگر طلاق حاصل کرلے یا شوہر سے علیحدگی اختیار کر لے تو نہ صرف اسے خالی ہاتھ گھر سے نکال دیا جاتا ہے بلکہ اس سے اولاد، عزت اور جینے کا حق تک چھین لیا جاتا ہے۔ معاشرے کی پدرشاہی ذہنیت عورت کو برابر کا انسان تسلیم کرنے کی بجائے اسے محض ایک تابع وجود سمجھتی ہے۔ یہ افسانہ Institutionalized Gender Inequality کے زمرے میں آتا ہے۔ افسانے کے مرد کردار، "میاں" کو بداخلاق، ضدی اور انا کا پیکر دکھایا گیا ہے جو مفاہمت کے بجائے عورت پر حکم چلانا فرض سمجھتا ہے۔جیسا کہ اقتباس میں ہے:

> ''تمھیں کیا نہیں پوچھا، تمہارے پاس کیا نہیں؟ تمھیں کیا سڑک پر بٹھا رکھا ہے؟ شکر نہیں کرتی نئے مکان میں بیٹھی ہو تمھیں کھانے کو نہیں ملتا؟ پہننے کو کپڑا نہیں؟ دوا علاج نہیں ہوتا؟۔۔۔میاں کی آواز بلند ہونے لگی۔''(2)

شوہر کے بیوی سے اس قسم کے سوالات درحقیقت اُس ذہنیت کی نمائندگی کرتے ہیں جو عورت کو صرف مادی سہولیات کا محتاج سمجھتی ہے، اور اس کے جذبات، رائے اور خود مختاری کو غیر ضروری یا ناپسندیدہ سمجھتی ہے۔"میاں" مسلسل اپنی بیوی کی نجی کمزوریوں کو دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے اور اسے بار بار ذلت آمیز طعنوں کا نشانہ بناتا ہے۔ایک اور موقع پر وہ غصے کی حالت میں بیوی کی رائے کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے اسے دھمکی دیتا ہے کہ تمہاری زبان کھینچ لوں گا۔(3)

یہ اقتباسات پدرشاہی رویوں اور عورت کے جذباتی و نفسیاتی استحصال کی نمائندگی کرتے ہیں۔تاہم، ہاجرہ مسرور یہاں مکمل طور پر مرد کو قصوروار نہیں ٹھہراتیں بلکہ وہ عورت کے اپنے رویے کو بھی اس انتشار کا ایک جزو قرار دیتی ہیں، افسانے میں عورت جب اپنی بات شوہر کے سامنے رکھنا چاہتی ہے تو عورت کی وضاحتیں نہ صرف جذباتی کشیدگی کو بڑھاتی ہے بلکہ شوہر کی عدم برداشت اور اس کے جذباتی عدم توازن کو بھی بے نقاب کرتی ہے۔ وہ اس کو تلخ کلامی کے زمرے میں شمار کرتا ہے۔ یہ صورتحال ایک ایسے معاشرتی پس منظر میں وقوع

پذیر ہوتی ہے جہاں رشتوں کی بنیاد صبر، مکالمے اور باہمی احترام کی بجائے انا، طاقت اور عدم رواداری پر رکھی گئی ہے۔ نتیجتاً، معمولی اختلاف سنگین انجام کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اور طلاق جیسے فیصلے جلد بازی اور جذباتیت کے زیرِ اثر صادر ہوتے ہیں۔

"تو پھر۔۔۔تو پھر میں تم کو طلاق دیتا ہوں۔۔۔طلاق۔۔۔"[(4)]

یہ افسانہ اس بات کا کھلم کھلا اظہار ہے کہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی رنجشیں اگر غیر متوازن رویوں، انا پرستی، اور صبر کی کمی کے ساتھ مل جائیں تو وہ عورت سے اس کی عزت، تحفظ اور اولاد تک چھیننے کا سبب بن جاتی ہیں۔ ہاجرہ مسرور نے اس افسانے میں سماج کی اسی کڑوی حقیقت کو نہایت گہرائی اور ادبی مہارت سے پیش کیا ہے۔

ہاجرہ مسرور کا افسانہ "بھاگ بھری" اردو افسانوی ادب میں اس نوع کی ایک اہم تخلیق ہے، جو عورت کے جنسی استحصال، طبقاتی ظلم اور سماجی منافقت کو بے نقاب کرتا ہے۔ اس افسانے کی مرکزی کردار ایک معصوم، کم عمر (12 سالہ) بچی ہے جو جاگیردارانہ معاشرت کے ایک سفاق کردار "ملک جی" کے ہاتھوں نہ صرف جسمانی بلکہ نفسیاتی سطح پر بھی پامالی کا شکار ہوتی ہے۔ ہاجرہ مسرور نے اس کہانی میں عورت کی مظلومیت کو کسی مجرد خیال کے بجائے ایک طبقاتی حقیقت کے طور پر پیش کیا ہے، جہاں غریب عورت کا بدن طاقت ور مرد کی خواہش کی تسکین کا ذریعہ بنا دیا جاتا ہے۔ یہ افسانہ سیمون دی بووا (Simone de Beauvoir) کے اس تصور کے مطابق ہے کہ "عورت کو عورت بنا دیا جاتا ہے وہ پیدا نہیں ہوتی۔" سیمون دی بووا اپنی کتاب "The Second Sex" میں لکھتی ہیں:

"One is not born, but rather becomes, a woman"[(5)]

یہ قول اس بات کا غماز ہے کہ عورت کی حیثیت محض فطری حقیقت نہیں بلکہ سماجی و ثقافتی ڈھانچے کے ذریعے متعین کی جاتی ہے۔ یعنی عورت ہونے کی حیثیت کو سماجی ادارے متعین کرتے ہیں۔ "بھاگ بھری" خاندانی ملازمہ کی بیٹی ہے، جس کی حیثیت جاگیردار کے محل میں ایک حقیر وجود سے زیادہ نہیں۔ جب وہ معصوم بچی محض مالک کی خدمت میں تولیہ رکھنے اس کے غسل خانے میں جاتی ہے، تو وہ ظالم اور درندہ صفت جاگیردار اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنا لیتا ہے۔ اس جرم کے بعد نہ کوئی احتجاج ہوتا ہے، نہ کوئی قانونی کارروائی۔ کیوں کہ ظالم کے پاس طاقت ہے، اور مظلوم کے پاس نہ آواز ہے، نہ سہارا۔

اس افسانے کی ایک علامتی سطح بھی ہے، جس میں عورت کی مظلومیت اور مردانہ اقتدار کی منافقانہ اخلاقیات کو سامنے لایا گیا ہے۔ ایک طرف وہی ملک جی اپنی بیوی کے لیے شہر سے لیڈی ڈاکٹر بلاتا ہے تاکہ زچگی میں کوئی خطرہ نہ ہو، اور دوسری طرف ایک غریب لڑکی کی عصمت دری کرتے وقت اسے انسان تسلیم کرنے کو بھی تیار نہیں ہوتا۔ عورت کی تقدیس، جسم اور عزت کا معیار طبقاتی بنیادوں پر مختلف ہے۔ یہی وہ تضاد ہے جسے ہاجرہ مسرور پوری شدت سے آشکار کرتی ہیں۔ بھاگ بھری کی ماں، اس ظلم کے باوجود، غربت کے ہاتھوں مجبور

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

دوبارہ اسی جاگیردار کے ہاں کام پر آمادہ ہو جاتی ہے، جو اس کے خاندان کی عزت کو پامال کر چکا ہوتا ہے۔ یہ صورت حال سماج کے اس **اقتصادی جبر** کو ظاہر کرتا ہے جو عورت کو اپنے زخم چاٹنے پر مجبور کرتا ہے، اور ساتھ ہی ان اداروں کی خاموشی کو بھی آشکار کرتا ہے جو انصاف کے محافظ سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً پولیس اور پنچایت۔ اس افسانے کی معنوی پرتیں محض جنسی زیادتی پر ختم نہیں ہوتیں، بلکہ یہ کہانی ایک **معاشرتی المیے** کی ترجمانی کرتی ہے جس میں عورت کے جسم پر اختیار مردانہ طاقت کا استعارہ بن جاتا ہے۔ ہاجرہ مسرور نے یہاں نہایت جرأت مندی اور فکری بصیرت سے عورت کی بے بسی کو صرف اجاگر نہیں کیا بلکہ سماج کے ان بنیادی ڈھانچوں پر سوال اٹھایا ہے جن کی وجہ سے ایسے مظالم پنپتے ہیں۔

عورت کی مظلومیت ہاجرہ مسرور کے بیشتر افسانوں کا بنیادی موضوع ہے۔ مظلومیت کا یہ احساس آغاز تا اختتام ان کے افسانوں میں مرکزیت کا حامل ہے۔ ڈاکٹر نزہت عباسی اس حوالے سے لکھتی ہیں:

> ''ہاجرہ مسرور اپنے افسانوں میں اپنی نسوانی فطرت کو پوشیدہ نہیں رکھتی بلکہ پوری سچائی کے ساتھ بیان کرتی ہے معاملات کو بے ساختگی کے ساتھ پیش کرتی ہیں اور عورت کی محبت نفرت عداوت کے رشتوں کو اجاگر کرتی ہیں ان کے لب ولہجہ میں زیادہ تر شخصی اور ذاتی ماحول موجود ہے۔'' (6)

ہاجرہ مسرور اپنے افسانوں میں عورت کے جذباتی و نفسیاتی معاملات کو بڑی بے ساختگی سے بیان کرتی ہیں اور ان کے لب و لہجے میں ذاتی اور داخلی فضا کی گہرائی نمایاں ہے۔ افسانہ "بھالو" اسی اسلوب کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے، جہاں مصنفہ نے ایک پیشہ ور طوائف کے ذریعے عورت کی فطری طلب، تحفظ کی خواہش اور عزتِ نفس کے احساس کو علامتی پیرائے میں پیش کیا ہے۔ اس کہانی میں "بھالو" نامی کردار نہ صرف جسمانی استحصال کا شکار ہے بلکہ وہ ایک ایسے معاشرے کی علامت بھی ہے جہاں عورت کی فطری ضروریات کو محض "جنسی بھوک" کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے، ہاجرہ مسرور نے اس افسانے میں یہ باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ عورت ہمیشہ ایک مستقل سہارا اور تحفظ چاہتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت سماج سے صرف تحفظ کی طلبگار ہے۔ یہ کردار معاشرتی تعصبات، جنسی، اور طبقاتی تفریق کے خلاف ایک گہرا احتجاج ہے۔ جیسا کہ افسانے میں وہ بڑی معصومیت سے کہتی ہے:

> ''میں تیری دوکان کے لیے چھالیہ کترا کروں گی۔ تیری ماں کی کھدمت کروں گی حفیچ میں بہو بن کر رہوں گی۔ حفیچ! حفیچ!!'' (7)

ہاجرہ مسرور نے اس افسانے میں یہ اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے کہ عورت کا جسمانی استحصال صرف ایک وقتی مظہر نہیں بلکہ اس کے پیچھے سماجی، معاشی، اور نفسیاتی عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ "بھالو" دراصل اس سماج پر طنز ہے جو مرد کے جنسی تقاضوں کو تو

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

جائز مانتا ہے لیکن عورت کی فطری طلب کو گناہ کے تصور سے جوڑ دیتا ہے۔ ڈاکٹر انوار احمد اس افسانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''ہاجرہ مسرور نے بھالو ایسا بھرپور نفسی معنویت کا افسانہ تخلیق کیا جس میں بدن کی تشنگی روح کی پیاس کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے اور بھالو جنسی توفیق سے محروم شخص کے دامن میں پناہ لیتی ہے۔''(8)

ڈاکٹر انوار احمد کا تجزیہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ہاجرہ مسرور کے نزدیک عورت کا تحفظ، عزتِ نفس، اور جذباتی تسکین، اس کی شخصیت کے بنیادی تقاضے ہیں، جنہیں وہ بڑی جرات اور بے ساختگی سے بیان کرتی ہیں۔ لوس ایر گرے (Luce Irigaray) جیسے مفکرین کے مطابق عورت کی فطری خواہشات کو نظر انداز کرنا در اصل اس کے وجود کی نفی ہے۔(9) لوس ایر گرے اپنی کتاب "This Sex Which Is Not One" میں عورت کے وجود، خواہش، اور زبان پر بات کرتے ہوئے اس بات کا اظہار کیا ہے۔ "بھالو" ایک ایسا علامتی افسانہ ہے جو اردو افسانوی ادب میں عورت کے جذباتی و فطری وجود کی نمائندگی کرتا ہے، اسی وجہ سے یہ ہاجرہ مسرور کی تخلیقی عظمت کا مظہر ہے۔

ہاجرہ مسرور نے اپنے افسانوں میں ہر طبقے کی عورت کو موضوع بنایا ہے۔ اس حوالے سے ان کا افسانہ ''موج اور تہہ'' اہم ہے جو عورت کی نفسیات، فطرت اور باہمی نسوانی تعلقات کے مشاہدے کا گہرا اظہار ہے۔ یہ افسانہ روایتی عورتوں کے استحصال یا مردانہ جبر کے خلاف مزاحمت سے ہٹ کر، عورت کے عورت سے تعلقات، اس کی غیر شعوری رقابت، اور عزتِ نفس کے احساس کو نمایاں کرتا ہے۔ افسانے کی بنیاد اس مشاہدے پر ہے کہ بعض اوقات عورت دوسری عورت کا وجود برداشت نہیں کر پاتی، خصوصاً جب وہ کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہو۔ یہاں عورت کا باطنی تضاد ابھرتا ہے عورت چاہے کیسے ہی رزیل پیشہ کے ساتھ منسلک ہو اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتی کیونکہ عزت نفس کا احساس اس کے وجود کا مستقل اور فطری حصہ ہے۔ اس طرح "موج اور تہہ" صرف ایک کہانی نہیں بلکہ ایک فکری مکالمہ ہے، جس میں عورت کی اندرونی کیفیت، احساسِ برتری و کمتری، اور اپنی شناخت کی حفاظت کی جدوجہد کو خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ اس افسانے کا امتیاز یہ ہے کہ ہاجرہ مسرور یہاں عورت کو نہ تو مکمل مظلوم دکھاتی ہیں، نہ مکمل طاقتور۔ بلکہ وہ اس کی نفسیاتی پیچیدگیوں اور داخلی کشمکش کو اس کی انفرادی پہچان اور جذباتی حقیقت کے ساتھ جوڑتی ہیں۔ یہی وہ اندازِ تحریر ہے جو ہاجرہ مسرور کو دیگر افسانہ نگاروں سے ممتاز کرتا ہے۔ "موج اور تہہ" درحقیقت عورت کی ذات کے ان گہرے پانیوں کی تہہ میں جھانکنے کی کوشش ہے جنہیں عام طور پر صرف سطحی سا دیکھا جاتا ہے۔ اس میں عزتِ نفس، رقابت، خودداری، اور سماجی سچائیوں کے باہمی ٹکراؤ کو نفسیاتی گہرائی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

افسانہ ''سجدہ شکر'' میں بھی ہاجرہ مسرور نے عورت کے داخلی عدم تحفظ کے احساس کو علامتی پیرائے میں پیش کیا ہے۔ اس افسانے میں ہاجرہ مسرور نے ضعیف عورت اور اس کی جوان پوتی تمیزن کے ذریعے معاشرتی رویوں، عورت کے مسائل اور ان سے جڑے تلخ حقائق کو بیان کیا

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

ہے۔افسانے کا مرکزی کردار، بوڑھی عورت، اپنے ماضی کے تلخ تجربات سے اس قدر عدمِ اعتماد کا شکار ہو چکی ہے کہ وہ ہر مرد کو اپنی پوتی کے لیے ممکنہ خطرہ تصور کرتی ہے۔ یہ بوڑھی عورت خود اپنے شوہر اور بیٹے کے ہاتھوں مار کھانے جیسے تجربات سے گزر چکی ہے، اور اب وہ اپنی پوتی کے تحفظ کے لیے اسے ایک بوڑھے مرد سے بیاہ دیتی ہے تاکہ "مردوں کی گندی نظروں" سے محفوظ ہو جائے۔ مگر افسانے کے اختتام پر جب وہ سجدۂ شکر ادا کرتی ہے، کہ اب کوئی تمیزن کو تاڑنے نہیں آئے گا، اگلی ہی صبح ایک ادھیڑ عمر مرد تمبا کو پینے کے بہانے اس کے آنگن میں موجود ہوتا ہے۔ یہ منظر معاشرتی حقیقت پر ایک گہرا طنز ہے کہ عورت نہ صرف جوانی میں بلکہ عمر کے ہر مرحلے پر مردانہ ہوس کا نشانہ بن سکتی ہے۔ پطرس بخاری اس افسانے کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''اگر اردو میں کوئی کہانی اپنی تکمیل اصلیت اور احساسی اعتبار سے اس رتبے کو پہنچی ہے تو کم از کم میری نظر سے اب تک نہیں گزری۔''(10)

یہ افسانہ عورت کے عدمِ تحفظ پر سوالیہ نشان ہے۔ عورت کو مکمل تحفظ کبھی میسر نہیں آتا، خواہ وہ کسی بھی عمر کی ہو۔ ''کنیز'' افسانہ بھی ہاجرہ مسرور کے طویل افسانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا موضوع بھی عورت کا تحفظ ہے کہ عورت اپنے لیے مستقل سہارے کی تلاش رکھتی ہے یہ اس کی فطری خواہش ہے۔ عورت کے جسمانی استحصال پر ہاجرہ مسرور نے اپنے بیشتر افسانوں میں بات کی ہے۔ اسی ذیل میں ان کا افسانہ ''سرگوشیاں" قابلِ ذکر افسانہ ہیں جس کا مرکزی کردار گیتا ہے۔ گیتا اپنے کالج کی پرنسپل ہے وہ اپنے ہی کالج میں ایک کلرک بھگوان داس کے ساتھ جسمانی تعلقات قائم کر لیتی ہے بھگوان داس جو کہ شادی شدہ ہوتا ہے اس کے باوجود وہ اپنی ہوس مٹانے کے لیے گیتا کے ساتھ جنسی تعلقات تو رکھتا ہے لیکن اسے اپنانے سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ ہاجرہ مسرور اس افسانے میں طبقہ نسواں کے اس مسئلے پر بات کی ہے جس کا شکار آج بھی عورتیں ہو رہی ہیں کہ اپنی ہوس پوری کرنے کے بعد وہ عورت کو چھوڑ دیتا ہے ایسا ہی اس افسانے میں بھگوان داس کرتا ہے۔ وہ گیتا کو یہ کہہ کر چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اس کے شیان شان نہیں کیونکہ وہ کلرک ہے اور گیتا پرنسپل اور گیتا کو اس کے معیار کے مطابق شوہر ملنا چاہیے۔ اس طرح گیتا بھگوان داس کے بچے کی ماں بن کر سارے زمانے کے تانے برداشت کرتی ہے اور بھگوان داس جو گناہ کے باوجود ہر گناہ سے بری الذمہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مرد ہے اور یہ معاشرہ مرد کا ہے۔ افسانے میں ہاجرہ مسرور نے مرد کی جنسی ہوس کو اس کے مختلف پہلوؤں سمیت نہایت جرأت مندی سے اجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔ انہوں نے اس مسئلے کو محض سطحی واقعہ نہیں رہنے دیا بلکہ اسے ایک سماجی، نفسیاتی اور صنفی مسئلے کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ افسانہ عورت کی عزتِ نفس، جذباتی وابستگی، اور سماجی رویوں کے استحصال کی ایک بھرپور مثال ہے۔

افسانہ ''فاصلے'' بھی جسمانی بھوک میں مبتلا شخص اور مادیت پرست انسان کی کہانی ہے جس میں مصنفہ نے عورت کے احساسات

کو قلم بند کیا ہے۔ زہرا ریاض سے محبت کرتی لیکن ریاض جسمانی ملاپ کو ترجیح دیتا ہے جو دونوں کے درمیان فاصلوں کا سبب بن جاتے ہیں۔ ہاجرہ مسرور سماج میں جن ناانصافیوں اور آلودگیوں کو دیکھتی ہیں انہیں اپنی تحلیقی بصیرت سے تنقید کا نشانہ بناتی ہیں۔ عورت ہونے کے ناطے وہ عورت کے سماجی جبر و استحصال سے بخوبی واقف ہیں اور چاہتی ہیں کہ مرد بالادستی والے سماج کے خلاف آواز بلند کی جائے چنانچہ وہ مردوں کی عیاشی اور ان کی نفسیاتی کمزوریوں کو بھی اپنے افسانوں کا موضوع بناتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ عورت کے بنیادی مسائل ان کی جنسی کیفیات اور آرزوؤں امنگوں کے علاوہ سماج میں ان کے بہتر مقام پر حاصل زور دیتی ہیں۔ یہ کہانی دراصل اس فرق کو نمایاں کرتی ہے جو مرد و زن کے درمیان محبت کی تفہیم میں موجود ہے۔ مرد کے نزدیک محبت جسمانی تقاضوں کی تسکین ہے، جب کہ عورت اسے قرب، احترام، اور جذباتی ہم آہنگی کا ذریعہ سمجھتی ہے۔ یہ افسانہ "محبت" جیسے مجرد تصور کو "جسم" اور "روح" کے الگ الگ دائرے میں اجاگر کرتا ہے، اور اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ عورت کی محبت اور خواہشات کو مرد کی خواہش سے مختلف اور خود مختار تسلیم کرنا کس قدر ضروری ہے۔

افسانہ ''تھپڑ'' میں بھی ہاجرہ مسرور نے عورت کی بے بسی مذہب کی آڑ میں اس کے جذبات و احساسات اور رائے کا استحصال، بے جوڑ شادی اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر ظلم و جبر کے خلاف جارحانہ اظہار کیا ہے۔ اسی طرح ان کا افسانہ ''بندر کا گھاؤ'' بھی جنسی عدم مساوات اور سماج کی طرف سے عورتوں کے ساتھ جبر کو اپنا موضوع بناتا ہے جس میں عورت کے جذبات کو یکسر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ یہ ہاجرہ مسرور کا ایک کامیاب افسانہ ہے جس میں مصنفہ نے جنسی تفریق عورت کی فطری جذبات کی استحصالی اور انسانی رویوں کی بے حسی کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ اس افسانے کے بارے میں ڈاکٹر فوزیہ اسلم لکھتی ہیں:

> ''یہ افسانہ معاشرتی جبر کا بہترین نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے وہ جبر۔۔۔ جو سماج میں عورت اور مرد کے بنائے گئے اصولوں اور قوانین میں موجود ہیں۔''(11)

''دلدل'' ایک علامتی افسانہ ہے جس میں جنسی بے راہ روی اور انسانیت کی تذلیل کو مصنفہ نے موضوع بنایا ہے۔ یہ کہانی ایک نیم پاگل عورت کے گرد گھومتی ہے، جس کا وجود معاشرے کی بے حسی، درندگی اور پست ذہنیت کی علامت بن کر ابھرتا ہے۔ یہ نیم پاگل عورت مختلف گھروں سے مانگ مانگ کر اپنا پیٹ پالتی ہے، لیکن ہر سال وہ بے شمار درندہ صفت مردوں کے ہاتھوں جنسی تشدد کا نشانہ بنتی ہے۔ وہ عورت جو ذہنی طور پر کمزور ہے، جسمانی طور پر بھی محفوظ نہیں، بلکہ معاشرتی درندگی کا سب سے آسان ہدف ہے۔ اس کا کردار گویا ایک اجتماعی بے حسی کی مجسم تصویر ہے، جہاں نہ کسی کو اس کے درد کا احساس ہے اور نہ ہی اس کے تحفظ کا خیال۔ افسانے کی علامتی گہرائی اس وقت مزید شدت اختیار کرتی ہے جب وہ عورت اپنے ہی ہاتھوں نامعلوم باپ کے بچے کو قتل کر دیتی ہے۔ یہ منظر صرف ذاتی اذیت نہیں بلکہ ان گمنام مردوں کے گناہوں کی مسخ شدہ تصویر کا استعارہ ہے، جو نہ صرف اس عورت کو جسمانی استحصال کا نشانہ بناتے ہیں بلکہ اپنی شناخت اور

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

ذمے داری سے بھی فرار حاصل کرتے ہیں۔"دلدل"کا کمال یہ ہے کہ ہاجرہ مسرور یہاں عورت کو صرف ایک مظلوم فرد نہیں دکھاتیں بلکہ یہ افسانہ ایک احتجاج، معاشرتی نوحہ اور ایک فکری علامت کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ افسانہ واضح کرتا ہے کہ معاشرہ جنسی طور پر اس قدر بوسیدہ ہو چکا ہے کہ اب وہ پاگل، یتیم، اور لاچار عورت کو بھی درندگی سے محفوظ رکھنے کے قابل نہیں رہا۔یہ کہانی اس امر کی گواہ ہے کہ جب معاشرتی اقدار کا زوال اتنا گہرا ہو جائے کہ ایک نیم پاگل عورت تک محفوظ نہ رہے، تو یہ پورے سماج کی انسانی اخلاقیات کی شکست بن جاتی ہے۔"دلدل" ہاجرہ مسرور کی تخلیقی جرأت اور نسائی شعور کا ایک زندہ ثبوت ہے، جو وہ سماجی جبر کے خلاف بے باکی سے پیش کرتی ہیں۔

ہاجرہ مسرور نے اس افسانے میں مرد کی درندگی اور عورت کی بے بسی کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔مرد کے جارحانہ اور ہوس پرست رویے کو موضوع بناتے ہوئے، عورت کی لاچاری، خاموشی اور کمزور سماجی حیثیت سے روشناس کروایا ہے اسی طرح "پان کی گلوکاریاں"ایک علامتی و جذباتی پیرائے میں عورت کے احساسات، خوابوں اور محرومیوں کی ترجمانی کرتا ہے۔کہانی کی فضا میں عورت کے خواب دیکھنے کی خواہش موجود ہے، لیکن وہ خواب تعبیر کے بجائے لاحاصلی کا نوحہ بن کر رہ جاتے ہیں۔یہ کہانی عورت کی ذات کے اس پہلو کو نمایاں کرتی ہے جہاں وہ جذباتی طور پر زندہ تو ہے، مگر اس کے خواب، خواہشات اور جذبات سماج کی ٹھوس دیواروں سے ٹکرا کر دب جاتے ہیں۔افسانے میں عورت کے کرب، تنہائی، اور جنسی تفاوت کو علامتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔مرد کی سماجی برتری اور عورت کی داخلی شکست یہاں بطور تضاد سامنے آتی ہے۔یہ کہانی عورت کے ان خاموش جذبات کا نمائندہ بیانیہ ہے جو شعوری طور پر بیان نہیں کیے جاتے، مگر اس کے وجود کی گہرائیوں میں مسلسل سانس لیتے رہتے ہیں۔اسی حوالے سے ڈاکٹر فردوس انور قاضی بجا طور پر لکھتی ہیں:

> "‘‘ہاجرہ کے افسانوں میں وہ خاموش جذبات بولتے نظر آتے ہیں جو بالعموم معصوم اور الہڑ لڑکیوں کے سینے میں جنم لیتے ہیں اور وہیں گھٹ گھٹ کر رہ جاتے۔’’(12)

یہ رائے اس بات کی تصدیق ہے کہ ہاجرہ مسرور عورت کے باطنی کرب اور نفسیاتی کشمکش کو نہایت باریکی سے علامتی سطح پر بیان کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

ہاجرہ مسرور کے افسانے "عذاب"میں عورت کی مظلومیت مرد کی بے وفائی اور منافقانہ رویے کے تناظر میں نمایاں ہوتی ہے۔ اس کہانی میں مرد کردار بظاہر شادی شدہ زندگی کا پابند ہے، لیکن اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے بھی دوسری عورتوں کی صحبت اور جنسی تسکین کی جستجو میں مصروف رہتا ہے۔مصنفہ نے یہاں مرد کی دوہری شخصیت کو موضوع بنایا ہے، جو بظاہر وفاداری کا نقاب پہنے ہوئے ہے، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔یوں مرد جذباتی اور جسمانی تقاضوں کی تکمیل کے لیے عورت کا استحصال کرتا ہے۔یہ افسانہ اس سوچ کو جنم دیتا ہے کہ جب عورت اپنی مکمل زندگی کسی ایک رشتے میں وقف کر دیتی ہے، تو مرد کو سماجی و نفسیاتی سطح پر یہ آزادی کیوں حاصل ہے کہ وہ اس

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 3 (2025)

رشتے سے باہر تسکین تلاش کرے؟ ہاجرہ مسرور یہاں محض فرد کے کردار پر تنقید نہیں کرتیں بلکہ ایک ایسے سماجی نظام پر سوال اٹھاتی ہیں جو مرد کو اس قدر بالادست بناتی ہے۔ "عذاب" عورت کے اس المیے کا بیانیہ ہے جو اس وقت جنم لیتا ہے جب رشتہ، اعتماد اور محبت صرف ایک طرفہ بوجھ بن جائیں۔ ہاجرہ مسرور نے اس افسانے کے ذریعے سماج کے ان خدوخال کو نمایاں کیا ہے جہاں عورت کا جذباتی استحصال معمول بن چکا ہے، اور مرد کے لیے وفاداری کی کوئی اخلاقی یا جذباتی ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔

ہاجرہ مسرور نے اپنے افسانوں میں عورت کے خانگی مسائل کو بھی موضوع بنایا ہے جس میں عورت اپنے خاوند کی بے مروتی کی بھینٹ چڑھتی ہے اور المناک انجام سے دوچار ہوتی ہے جس کا ذمہ دار صرف اور صرف مرد ہوتا ہے اسی ذیل میں ان کا افسانہ "ڈھونگ" عورت کے خانگی مسائل کی عکاسی کے حوالے سے قابل ذکر افسانہ ہے۔ اس میں وہ عمیق تجزیے کے ساتھ یہ بتاتی ہیں کہ کیسے معاشرتی اور خانگی دباؤ خواتین کی زندگیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ افسانے میں عورت کی بے بسی اور اس کے خاوند کی بے مروتی کو نمایاں کیا گیا ہے، جو کہ ایک عام لیکن اہم موضوع ہے۔ اس افسانے میں نہ صرف عورت کی جذباتی حالت کو پیش کیا گیا ہے بلکہ یہ بھی دکھایا ہے کہ کیسے مردانہ اجارہ داری اور روایتی سسٹم خواتین کو مشکلات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ یہ افسانہ نہ صرف خواتین کے مسائل کی عکاسی کرتا ہے بلکہ فرد کی فکری سطح کو بھی بلند کرتا ہے کہ ہمیں اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانی ہوگی اور تبدیلی کی کوشش کرنی ہوگی۔ ہاجرہ مسرور کی تحریر اس حوالے سے ایک اہم سنگ میل ہے۔

انہوں نے معاشرتی ناہمواریوں، سماجی پسماندگی، اور خصوصاً عورت کے مسائل کو فنی گہرائی کے ساتھ اپنے افسانوں میں سمویا ہے۔ ان کی تخلیقات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ اس نظریے کی قائل ہیں کہ عورت کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کی اصل جڑ پدرشاہی معاشرہ ہے۔ ان کے افسانوں میں عورت کی محرومی اور اس کی جدوجہد ایک نمایاں موضوع کے طور پر ابھرتی ہے۔ ہاجرہ مسرور بارہا اس حقیقت کو باور کرواتی ہیں کہ عورت کا سماج میں کیا مقام ہے، اس کی آواز کو کتنی اہمیت دی جاتی ہے، اور اس کی شناخت کس حد تک تسلیم کی جاتی ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ہاجرہ مسرور نے ہر طبقے کی عورت کے مسائل پر آواز اٹھائی ہے انہوں نے جو عورتوں کا تصور پیش کیا ہے وہ معاشرے میں ہر طرف موجود ہے۔ انہوں نے اپنی کہانیوں میں مظلوم بے بس اور لاوارث عورت کو بھی پیش کیا ہے ان کے ہاں گھریلو ملازموں کی حقیقی زندگی کی عکاسی بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ عورت کے حقوق عورت کی شخصیت عورت کے سماجی مقام اور عورت کی آزادی کے لیے جس طرح ہاجرہ مسرور نے آواز بلند کی ہے وہ قابل تعریف ہے عورت کی آزادی اور حقوق کی بحالی کے سلسلے میں وہ اردو ادب میں ایک توانا آواز تھیں۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہاجرہ مسرور کے افسانے اردو ادب میں نسائی شعور، سماجی حقیقت نگاری، اور انسان دوست فکر کی عمدہ مثال

ہیں۔ان کی تحریریں نہ صرف عورت کے جذبات، محرومیوں اور نفسیاتی پیچیدگیوں کو پیش کرتی ہیں، بلکہ وہ ایک ایسے سماج کی بھی عکاسی کرتی ہیں جہاں عورت کو محض صنفی بنیاد پر مظلومیت، تنہائی، اور استحصال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ہاجرہ مسرور نے عورت کی شخصیت کو صرف مظلوم یا محکوم حیثیت میں نہیں دکھایا، بلکہ اسے ایک مکمل انسان کی صورت میں پیش کیا ہے جو محبت، خواب، خودی، تحفظ، اور شناخت کی متلاشی ہے۔ان کے ہاں عورت ایک ایسی علامت ہے جو مختلف طبقاتی، نفسیاتی، اور سماجی دائرہ ہائے کار میں اپنی شناخت بنانے کی جدوجہد کر رہی ہے۔افسانے جیسے "شرف کا ٹیج "اور "سجدہ شکر "عورت کے سماجی تحفظ، ازدواجی حیثیت اور پدرسری معاشرت کی منافقت کو اجاگر کرتے ہیں، جبکہ "بھاگ بھری "اور "دلدل "میں عورت کا جسمانی استحصال جاگیردارانہ اور مردانہ بالادستی کی علامت بن کر سامنے آتا ہے۔"سرگوشیاں" اور "فاصلے "جیسے افسانے اس فکری تضاد کو آشکار کرتے ہیں کہ کس طرح مرد عورت کی عزتِ نفس، جذبات اور نفسیاتی وابستگی کو محض جسمانی تعلق کی نظر سے دیکھتا ہے۔ہاجرہ مسرور کا اسلوب بے ساختہ، مشاہداتی اور تخلیقی ہے۔وہ موضوعات کو صرف جذباتی سطح پر بیان نہیں کرتیں بلکہ فکری توازن اور نسائی تجربے کے ساتھ پیش کرتی ہیں۔ان کا لہجہ کہیں احتجاجی ہے تو کہیں خاموش مزاحمتی، مگر ہر جگہ عورت کی سچائی کو مکمل ہنرمندی کے ساتھ اجاگر کرتا ہے۔ان کی تحریریں نہ صرف اردو افسانے کے دامن کو وسعت دیتی ہیں، بلکہ عورت کے مسائل کو ایک ایسی ادبی زبان عطا کرتی ہیں جو قاری کو محض جذباتی نہیں بلکہ فکری سطح پر بھی متحرک کرتی ہے۔ان کے افسانوں میں موجود نسائی تجربہ اور مزاحمت ہمیں اس حقیقت کی یاددہانی کراتا ہے کہ اردو ادب میں نسائی شعور ایک فعال بیانیہ ہے۔

حوالہ جات

1. ہاجرہ مسرور، شرف کا ٹیج، مشمولہ: سب افسانے میرے، مقبول اکیڈمی، لاہور، 1991ء، ص107
2. ہاجرہ مسرور، ایک کہانی بڑی پرانی، مشمولہ: سب افسانے میرے، ص125
3. ایضاً، ص128
4. ایضاً، ص129
5. Simone de Beauvoir, *The Second Sex*. Translated by Constance Borde and Sheila Malovany-Chevallier, Vintage Books, 2011, p.13
6. نزہت عباسی، ڈاکٹر، اردو کے افسانوی ادب میں نسائی لب ولہجہ، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، 2013ء، ص575
7. ہاجرہ مسرور، بھالو، مشمولہ: سب افسانے میرے، ص286
8. انوار احمد، ڈاکٹر، اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، مثال پبلشر فیصل آباد، 2010ء، ص127

9. Luce Irigaray, *This Sex Which Is Not One*. Translated by Catherine Porter and Carolyn Burke, Cornell University Press, 1985.

10. دیباچہ، چوری چھپے، دی بک کارپوریشن آرام باغ، کراچی، ندارت، ص12

11. فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب اور تکنیک کے تجربات، پورب اکیڈمی اسلام آباد، 2007ء، ص200-201

12. فردوس انور، ڈاکٹر، اردو افسانہ نگاری کے رجحانات، مکتبہ عالیہ، لاہور، 1990ء، ص261

Roman References

1. Masroor, H. (1991). *Sharaf ka Taj*. Mashmoola: *Sab Afsanay Mere* (P 107). Maqbool Academy, Lahore.
2. Masroor, H. (1991). *Ek Kahani Bari Purani*. Mashmoola: *Sab Afsanay Mere* (P 125). Maqbool Academy, Lahore.
3. Masroor, H. (1991). *Ek Kahani Bari Purani*. Mashmoola: *Sab Afsanay Mere* (P 128). Maqbool Academy, Lahore.
4. Masroor, H. (1991). *Ek Kahani Bari Purani*. Mashmoola: *Sab Afsanay Mere* (P 129). Maqbool Academy, Lahore.
5. Beauvoir, S. de. (2011). *The Second Sex* (C. Borde & S. Malovany-Chevallier, Trans.). Vintage Books. (P 13)
6. Abbasi, N. (2013). *Urdu ke Afsanvi Adab mein Nasai Lab-o-Lehja*. Anjuman Taraqqi Urdu Pakistan, Karachi. (P 575)
7. Masroor, H. (1991). *Bhalu*. Mashmoola: *Sab Afsanay Mere* (P 286). Maqbool Academy, Lahore.
8. Ahmad, A. (2010). *Urdu Afsana: Ek Sadi ka Qissa*. Misaal Publishers, Faisalabad. (P 127)
9. Irigaray, L. (1985). *This Sex Which Is Not One* (C. Porter & C. Burke, Trans.). Cornell University Press.
10. *Debacha*, *Chori Chhupay*. The Book Corporation, Aram Bagh, Karachi. (nashir ki tareekh nadarat, P 12)
11. Aslam, F. (2007). *Urdu Afsanay mein Asloob aur Technique ke Tajurbaat*. Poorab Academy, Islamabad. (P 200–201)
12. Anwar, F. (1990). *Urdu Afsana Nigari ke Rujhanat*. Maktaba Aaliya, Lahore. (P 261)